www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

پارلیمنٹ اور تعبیرِ شریعت

پانچواں اور آخری نقطہ، نویں آئینی ترمیم اور شریعت بل کے حوالے سے پارلیمنٹ اور وفاقی شرعی عدالت کے اختیارات کے تقابل کا ہے۔

دراصل پارلیمنٹ اور تعبیرِ شریعت کی حالیہ بحث کا محرک یہی دونوں بل ہیں۔ جن کا تعلق نفاذِ شریعت کے طریقۂ کار سے ہے ـــــ ان میں سے نویں آئینی ترمیم کا بل حکومت کی طرف سے پیش کیا گیا، جو ایوانِ بالا (سینیٹ) سے پاس ہو کر قومی اسمبلی (ایوانِ زیریں) میں آچکا ہے۔ جبکہ شریعت بل، پرائیویٹ ہونے کی بناء پر مختلف کمیٹیوں کے سپرد ہوتا ہوا ردوقبول کی دوہری پالیسی کے حربوں کا شکار ہے۔ اگرچہ نویں ترمیم حکومت کے بعض اہم مفادات کے پیشِ نظر اب تک پاس ہو جانی چاہیئے تھی۔ لیکن چونکہ حکومت کے لیئے اپنی سیاسی حکمتِ عملی کے تحت اپنے قریبی تعلق رکھنے والے بعض دینی حلقوں کو مطمئن رکھنا بھی ضروری تھا۔ اس لیے اس نے "عائلی قوانین" ایسے نازک مسئلہ کو بھی اس ترمیم کی رو سے وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیارِ سماعت میں شامل کرنے کی حامی بھر لی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت اور مذکورہ دینی حلقوں کی مصالحت کے باوجود ملک کے سیکولر حلقے نفاذِ شریعت کی راہ میں ایک اور مخالف محاذ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان لوگوں نے چند مغرب زدہ عورتوں کا سہارا لے کر جلسے جلوس اور مظاہروں کی پالیسی اپنائی، تو حکومت کی راہ میں ـــــ جو نویں ترمیم کو "سرکاری شریعت بل" کے طور پر پاس کرا کے دینی حلقوں کو یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ وہ نفاذِ شریعت کے بارے میں مخلص ہے ـــــ ایک نئی رکاوٹ حائل ہو گئی۔ اور یوں وہ اپنی تمام تر "نیک تمناؤں" کے باوجود نویں آئینی ترمیم کو پاس کرانے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں کامیاب نہ ہو سکی۔

اس نویں آئینی ترمیم سے حکومت کا جو بڑا اہم مفاد وابستہ ہے، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

نفاذِ شریعت کے نعروں کی شورا شوری میں، ایک ایسا قانونی قدم چودھویں صدارتی آرڈی ننس (۱۹۸۵ء) کی شکل میں اٹھ چکا تھا جو ملک کے دستور و قانون میں ایک انقلابی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور یہ قراردادِ مقاصد کو آئین کے مقدمہ کی بجائے اصل آئین کی دفعہ ۲ میں "۲۔ الف" کے اضافہ سے شامل کرنا ہے۔ جس کی بناء پر اعلیٰ عدالتوں کے اختیارات وسیع ہو کر قرآن و سنت کی متعین تعلیمات کی روشنی میں ہر قانون کی جانچ پرکھ کی جا سکتی ہے۔ بلکہ سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس تنزیل الرحمان نے تو تین مقدمات میں اسی بناء پر سودی کاروبار کے بعض ناجائز حیلوں کو قراردادِ مقاصد کی اسی آئینی دفعہ ۲۔الف کے منافی قرار دے بھی دیا ہے۔ اب حکومت کی نظر میں قراردادِ مقاصد کی اس مؤثر حیثیت کا واحد توڑ یہ ہے کہ نویں آئینی ترمیم کی پیش کردہ آئینی دفعہ ۲ میں وہ ترمیم ہو جائے، جس سے قرآن و سنت کے احکام کی تعبیر و تقنین کے لیے پارلیمنٹ کا وضع کردہ طریق کار ہی مجاز حیثیت رکھتا ہو۔ چنانچہ یہ وہی طریقِ کار ہے، جس کے ذریعے اس سے قبل بھی دستور ۱۹۷۳ء میں اُن دفعات کو غیر مؤثر بنایا گیا تھا جو بظاہر استقلالِ پاکستان کی دینی اساس کو تسلیم کرتے ہوئے آئین میں رکھی گئی تھیں۔ مثلاً دفعہ ۲۲۷ یوں ہے:

" All existing laws shall be brought in conformity with the Injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and Sunnah, in this Part referred to as the Injunctions of Islam, and no law shall be enacted which is repugnant to such Injunctions."

اس دفعہ میں تعبیر کا انداز خواہ کچھ بھی ہو، تاہم دو درج ذیل اہم باتیں اس میں آگئی ہیں:

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۱۔ موجودہ قوانین کو قرآن و سنت سے ماخوذ اسلامی احکامات کے مطابق بنایا جائے گا۔

۲۔ آئندہ کوئی قانون ان اسلامی احکامات کے منافی نہیں وضع ہوگا۔

یہ دو آئینی نکتے جس قدر قانونی اہمیت کے حامل تھے، اسی قدر انہیں غیر مؤثر بنانے کے لیے ایک انتہائی آسان تدبیر یہ کی گئی کہ اس دفعہ کی ذیلی دفعہ ۲ میں بطورِ توضیح درج ذیل الفاظ کا اضافہ کیا گیا:

"Effect shall be given to the provisions of clause (I) only in the manner provided in this Part."

کہ" دفعہ ہذا کے مؤثر ہونے کی صرف وہی صورت ہوگی جو اس باب میں (طریق کار کی صورت میں) طے کر دی گئی ہے"

چنانچہ یہ طریقِ کار اس باب کی اگلی دفعات میں مذکور ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل سات سال تک تو محض سفارشات مرتب کرے گی۔ اور اس کے بعد بھی پارلیمنٹ کو ان سفارشات کے ردّ و قبول کے لامحدود اختیارات حاصل ہوں گے —— اب قارئینِ کرام بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ وہ طریقِ کار ہے، جس کی بناء پر یہ اہم دفعہ (۲۲۷) بڑی آسانی سے کالعدم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور بالکل یہی کام اب نویں آئینی ترمیم کے ذریعے آئین کی دفعہ ۲ میں" قرآن و سنت سے ماخوذ احکامات" کے سلسلہ میں پارلیمنٹ کے تعبیر و تقنین کے اختیارات سے لیا جاتا مقصود ہے —— مجوزہ نویں آئینی ترمیم کا وہ حصہ، جو دفعہ ۲ میں "Islam shall be the State —— religion of Pakistan." کے الفاظ کے بعد اضافہ کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے، پیشِ خدمت ہے:

"and the Injunctions of Islam as laid down in Holy Quran and Sunnah shall be supreme Law and source of guidance for legislation to be administered through

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

laws enacted by the Majlis -e-Shoora (Parliament) and provincial Assemblies, and for policy making by the Government."

یعنی قرآن وسنّت کے احکامات کی تعبیر اور اس کی راہنمائی میں قوانین کی تشکیل پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں جو کچھ بھی کریں گی، انہیں اسلامی احکامات کی حیثیت سے بالادستی حاصل ہو گی —— تو قرآن وسنّت اصلی صورت میں کہاں باقی رہے، اسلام کے سرکاری مذہب بننے کا کیا اثر رہا اور قراردادِ مقاصد کی آزادی کب مؤثر ہو سکے گی ؟ ؟ —— ظاہر ہے یہ نفاذِ اسلام نہیں، بلکہ الفاظ کا ایک ایسا گورکھ دھندا ہے جس سے عوام کو دھوکا تو دیا جا سکتا ہے، انہیں گوہرِ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا! —— حالانکہ مجوزہ آئینی ترمیم سے قبل ایک قرارداد، جو قومی اسمبلی میں ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو پیش کر کے پاس کرائی گئی تھی، اس کے الفاظ یوں تھے:

"Quran and Sunnah shall be the supreme law of the country"

لیکن تدوینِ عبارت ہی میں قرآن وسنّت کی ملک میں سپریم حیثیت کو تبدیل کر کے من مانا مفہوم دے دیا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون!

ہماری وزارتِ قانون اس بارے میں کس قدر حساس اور متحرک ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے نتیجہ میں برسرِ اقتدار آنے والے چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر اور صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق یہ اعلان کرتے ہیں کہ قرآن وسنّت کے منافی ہر قانون منسوخ کر دیا جائے گا۔ لیکن جب یہ آرڈر، صدارتی حکم ع۱ (۱۹۸۰ء) کی صورت میں وزارتِ قانون کی طرف سے مرتب ہو کر وفاقی شرعی عدالت کی تشکیل کا باعث بنا تو وفاقی شرعی عدالت تقریباً غیر مؤثر تھی۔ کیونکہ آئین کے باب ۳۔ الف کی تفصیلات، جو اس عدالت کی تشکیل اور اختیارات کے بارے میں ہیں، ان کی رو سے ججوں کو صدرِ مملکت کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے کے علاوہ ان کے عدالتی اختیارات نہایت محدود تھے۔ چنانچہ انہیں قرآن وسنّت کی روشنی میں بنیادی دستور "Constitution"، مسلمانوں کے شخصی قوانین بشمول عائلی قوانین، عدالتوں اور ٹریبونلوں کے قوانینِ ضابطہ "Procedural laws." اور دس سال

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تک کے لیے مالی قوانین پر غور کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ اب نویں آئینی ترمیم کے ذریعہ بظاہر یہ باور کرایا جارہا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار کو وسعت دی جارہی ہے، لیکن حال جوں کا توں ہے ——— دستور، جو ملک کا بنیادی قانونی ڈھانچہ اور تفصیلی قوانین کا منبع و مرجع ہوتا ہے، کتاب و سنت کی نگرانی سے مسلسل دور رکھا جارہا ہے۔

اسی طرح مالی قوانین، جو سرمایہ دارانہ نظام کی اساس پر مبنی ہیں، انہیں وفاقی شرعی عدالت کے اختیارِ سماعت میں دینے کے باوجود حیلہ سازی سے وہ تحفظ فراہم کر دیا گیا ہے کہ سرمایہ داریت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ کیونکہ وفاقی شرعی عدالت لمبی چوڑی سماعت کر کے ماہرینِ معاشیات سے مشوروں کے باوجود صرف سفارش کا اختیار رکھتی ہے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت جاری نہیں کر سکتی ——— گویا نفاذِ شریعت کا یہ سارا شہرہ شاعر کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

حاصل یہ ہے کہ نویں آئینی ترمیم کے منظور ہو جانے کے باوجود دستور اسی طرح سیکولر رہے گا جیسے اس سے قبل بھی اس میں موجود متعدد اسلامی دفعات کے باوجود یہ سیکولر تھا۔ نیز کتاب و سنت کی بالادستی کی بجائے، پارلیمنٹ ہی کی بالادستی قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، تاہم عائلی قوانین کے نازک مسئلہ کو چھیڑ کر خود وفاقی شرعی عدالت کی اہمیت کو مشکوک بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ پارلیمنٹ کی طرح قانون ساز ادارہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد سیاسی کشاکش سے الگ رہتے ہوئے پر سکون عدالتی طریقِ کار سے مروجہ قوانین کے بارے میں یہ جائزہ لینا ہے کہ وہ کہاں تک اسلامی ہیں یا کون سا قانون کتاب و سنت کے منافی ہے؟ ——— عدلیہ کے اصل فنکشن کے بارے میں ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔

نویں آئینی ترمیم پر اس تبصرہ سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ سرکار کی طرف سے اسے شریعت بل کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے، لیکن اس سے نہ صرف نفاذِ شریعت کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکے گی، بلکہ یہ قرار دادِ مقاصد کے تعطل کا باعث بھی بننے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گی۔ علاوہ ازیں یہ ترمیم، دستور کی سیکولر حیثیت اور سرمایہ داریت کے تحفظ کی ضمانت کے طور پر منظور کرائی جا رہی ہے۔ اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ ۱۹۷۳ء کا دستور سیکولر ہے اور جس کے خلاف قومی اتحاد نے ۱۹۷۷ء میں نظامِ مصطفےٰ کی تحریک چلائی تھی۔ اس تحریک سے یہ مقصود تو حاصل نہ ہوا البتہ اس کے نتیجہ میں جو مارشل لاء حکومت وجود میں آئی، نفاذِ اسلام کے بلند بانگ دعوے کرنے کے باوجود اس کی جملہ کوششیں سیکولرازم کی روح کی بقا کے لیے ہی وقف رہی ہیں۔ لہٰذا نفاذِ شریعت کی اولین مخلصانہ کوشش درحقیقت جولائی ۸۵ء میں سینیٹ میں پیش کیا جانے والا "نفاذِ شریعت بل" ہے۔ اور جس نے علی الاعلان سیکولرازم کو چیلنج کر دیا ہے۔ تاہم نفاذِ شریعت کے مسئلہ پر مسلمانوں کے مکمل اتفاق کے باوجود اس بل میں شریعت کی تعریف نیز اس کے نفاذ کے طریقِ کار پر گفتگو ہو سکتی ہے اور اس سلسلے میں خود بل کے محرکین نے بھی کبھی دروازہ بند نہیں کیا ہے۔ کیونکہ شریعت پر کسی فرقہ کی اجارہ داری نہیں ہے اور کتاب و سنت کے دلائل سے بل کے الفاظ میں اصلاح و ترمیم کی گنجائش بہرحال موجود ہونی چاہیئے۔

اب ہم اس بل کے حوالہ سے شریعت کی تعریف اور اس کی تعبیر کے طریقِ کار کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک نقطۂ نظر تو متعصب مقلدین کا ہے۔ جن کے نزدیک، ملک میں جس فقہ کے حاملین کی اکثریت ہو، اسی فقہ کو پبلک لاء کی حیثیت سے قرآن و سنت کی تعبیر قرار دے کر باقی مسلمانوں کو اس کا پابند بنایا جائے، صرف شخصی معاملات میں آزادی دی جائے۔ گویا اس نقطۂ نظر سے کفر و اسلام کے امتیاز کا طرزِ عمل خود مسلمانوں کے درمیان آزمانا چاہیئے کہ پبلک لاء اگرچہ سب کے ایک ہوں لیکن شخصی معاملات میں سب کا اسلام جدا جدا رہے۔ حالانکہ قانون کی ایسی تفریق حقیقی مسلمانوں اور کافروں کے بارے میں بھی متفقہ نہیں ہے۔

اس کے برعکس دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ہر فرقہ کی اپنی خاص فقہ کو ہی قانونی تعبیر کی حیثیت حاصل ہو —— حکومت کی طرف سے اسی نقطۂ نظر کو بظاہر اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے فرقہ وارانہ کھچاؤ کم ہو گا۔ حالانکہ فرقہ واریت کو اس سے تقویت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ملے گی اور یہ پاکستانی شیعہ کی رائے ہے، جو پاکستان میں اقلیت ہوتے کے باوجود اپنی فقہ (جعفری) کو اکثریتی فقہ (حنفی) کے مقابلہ میں اسی طرح منوانا چاہتے ہیں، جس طرح قبل ازیں وہ دینیات اور تاریخ اسلام کے نصابوں میں اس برابری کو منوا چکے ہیں۔ اور جس سے انہیں یہ فائدہ حاصل ہوا ہے کہ صرف وہی افکار و تاریخی نتائج نصابی کتب میں شامل ہو سکے ہیں جو شیعی عقیدہ کے مؤید تھے۔ اس سلسلہ میں خلفائے راشدینؓ اور امہات المؤمنینؓ سے لے کر بنو امیہ اور بنو ہاشم تک کے سارے سیاسی اختلافات شامل ہیں ـــــ واضح رہے کہ مذکورہ نقطۂ نظر صرف پاکستانی شیعہ کا ہے۔ جبکہ ایرانی شیعہ اکثریتی فقہ والا قانون خود ایران میں اپنائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہاں اثنا عشری شیعہ کی اکثریت ہے۔

ہر فرقہ کے لیے اس کی اپنی خاص تعبیر کو پبلک لاء کی حیثیت سے تسلیم کرانے کا نقطۂ نظر بظاہر بے ضرر نظر آتا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ملک میں ان گنت فرقوں کی تعبیرات کا سوال اٹھ کھڑا ہو گا کہ جہاں دیوبندی حنفی، ندوی حنفی، بریلوی حنفی کی مختلف سنی جماعتوں اور جمعیتوں کے ساتھ ساتھ اثنا عشری شیعہ (جعفری) اسماعیلی شیعہ (آغا خانی، بوہری داؤدی) اور بہائی شیعہ کو بھی پبلک لاء میں اپنی اپنی تعبیروں کو شامل کرنے کا موقع ملے گا، وہاں اہل قرآن، اہلحدیث نیز ترقی یافتہ اور نت نئے اسلام طلوع کرنے والے بھی اپنی اپنی پرانی اور نئی فقہیں تشکیل دے کر پبلک لاء میں انہیں شامل کرنے کا مطالبہ پیش کریں گے۔ جس سے ایک طرف اگر فرقہ واریت کو قانونی حیثیت حاصل ہو گی، تو دوسری طرف پبلک لاء کے سلسلہ میں نفاذ شریعت کا معاملہ

ع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

والا ہو گا ـــــ کہ پبلک لاء ملک کے عوام اور حکمرانوں کو ایک لڑی میں پرونے کا ذریعہ ہوتا ہے، جس کے ذریعہ تمدن، معیشت اور سیاست میں استواری بھی ان کا مقصود ہوتی ہے ـــــ لیکن مذکورہ صورت میں یہ ناممکن ہو گا۔ کیونکہ پہلے اگر فرقہ وارانہ اختلافات کا دائرہ صرف عقاید، عبادات اور خاندانی رسومات تک محدود تھا اور مذکورہ فرقوں کے امتیازی مسائل کی گرما گرمی بھی اسی حد تک تھی جسے قانونی اصطلاح میں "شخصی معاملات" کہتے ہیں۔ لیکن اب اس فرقہ واریت کو فروغ دے کر اجتماعیت کے جملہ شعبوں معاشرت

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

معیشت اور قانون وسیاست تک وسعت دیدی جائے گی۔ جس سے عوام کو یہ "فائدہ" حاصل ہوگا کہ وہ آپس میں لڑتے مرتے رہیں گے اور حکومت بڑے اطمینان سے "Devide and rule." کے مزے لیتی رہی گی ——— پھر یہ انتشارِ فکری نئے طلوعِ اسلام کے مواقع پیدا کرے گا یا اس سے ان خفیہ تحریکوں کو فائدہ پہنچے گا جو فکری انتشار کے اندھیروں میں سازشوں کے ذریعہ قوت واقتدار کے چراغ جلالیا کرتی ہیں اور جس کا نتیجہ بار بار مارشل لاء کا نفاذ ہوتا ہے ——— پس قانونی اعتبار سے متعدد یا مختلف پبلک لاء کا تصور ہی محال بلکہ احمقانہ ہے۔

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہے کہ شریعت کی تعریف اور اس کی تعبیر کے طریقِ کار کے مسئلہ میں محولہ بالا دونوں نقطہ نظر افراط وتفریط کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔ ملک میں ایک ہی پبلک لاء ہو سکتا ہے اور وہ شریعت کی نظر میں کتاب اللہ ہے، جس کی تعبیر بھی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متعین ہے اور جس کی طرف اسی سلسلہ کی گزشتہ سطور میں ہم بار بار تفصیلی بحثوں سے توجہ دلا چکے ہیں کہ کتاب وسنت ہی ملک کے تمام طبقوں کے اتحاد اور عوام وحکمرانوں کے معاملات کی استواری کے ضامن ہیں۔ اس لیے بعد میں متحدہ شریعت محاذ نے شریعت بل میں اصلاح وترمیم کے ذریعہ سے شریعت کی جو تعریف "قرآن وسنت" سے کی ہے، وہی متفقہ اور مسلمہ ہے۔ کیونکہ یہ شریعتِ محمدی کا نفاذ ہے اور اب تک خلافتِ رسولؐ انہی قانونی بنیادوں پر قائم رہی ہے۔ چنانچہ آج بھی اگر کوئی حکومت صحیح اسلامی قانونی تصور پر اپنا نظام قائم کرنا چاہے تو وہ صرف اور صرف شریعتِ محمدی ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام!

متذکرہ بالا قانونی نقطہ نظر کی رو سے اگر ہم عالمِ اسلام کی دو ایسی حکومتوں کا جائزہ لیں جو اسلام کی دعویدار ہیں، تو ایران کے بارے میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ وہ اثنا عشری فقہ والا قانونی نظام اپنائے ہوئے ہے۔ البتہ سعودی عرب وہ واحد اسلامی ملک ہے جہاں ایک حد تک شریعتِ محمدی کا نفاذ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں وہاں کا امن وامان ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے ——— سعودی عرب کا یہ قانونی فکر، سعودی عرب کے علاوہ U.A.E. کی اکثر امارتوں میں بھی "قضاء شرعی" کی صورت میں مروج ہے اور جس کے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اثرات بھی نمایاں ہیں۔

متحدہ شریعت محاذ کے شریعت بل کی دفعہ ۳-۴ میں اس تصور کی جھلک موجود ہے۔ تاہم اس کا دارومدار اسی بل کی دفعہ ۲ پر ہے جس میں شریعت کی تعریف "قرآن وسنت" کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن وسنت کے لیے ائمہ سلف سے راہنمائی کے علاوہ کوئی ایسی قدغن عائد نہیں ہوتی چاہیے کہ جس کی بناء پر کسی خاص فرقہ کے اجتہاد کی اجارہ داری قائم کی جائے۔ کیونکہ اس طرح یہ بل متفقہ ہونے کی بجائے جہاں فرقہ وارانہ کشمکش کا شکار ہوگا، وہاں متعدد اجتہادات کو شریعت قرار دینے سے غیر وحی کو وحی الٰہی کا درجہ دینا لازم آئے گا۔ اسی طرح اجتہاد، کہ جس میں اختلاف ایک لابدی امر ہے، کے اختلاف وتعدد کی بناء پر متعدد شریعتوں کا وجود تسلیم کرلینا بھی ناگزیر ہوگا، اور نہ جس کا تصور تک محال ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت بل ایک خاص مکتبِ فکر کے جب دو سینیٹر حضرات کی طرف سے پیش کیا گیا تو دیگر جملہ مکاتبِ فکر نے اس سے اختلاف کیا۔ پھر جب شریعت کی تعریف "قرآن وسنت" کی گئی، تو نہ صرف کوئی فکری اختلاف باقی نہ رہا بلکہ جملہ مکاتبِ فکر پر مشتمل "متحدہ شریعت محاذ" کی صورت میں ایک عرصہ بعد دینی حلقوں کو یکجا ہونے کا موقع بھی ملا ——— حقیقت یہ ہے کہ اتفاق واتحاد کی یہی وہ واحد اساس ہے کہ جس کے خلاف تشتت وافتراق کی جملہ سازشیں ناکام ہوسکتی ہیں۔ تاہم شریعت بل کا المیہ یہ ہے کہ کبھی تو متفقہ شریعت بل تیار ہونے کے باوجود خود شریعت محاذ ہی کے بعض اساطین، اس متفقہ بل کی بجائے پرانے اور اختلافی بل کے منظور کرانے پر زور دینا شروع کر دیتے ہیں، تو کبھی اس بل کی ایسی تعبیریں کرنے لگتے ہیں کہ جن سے یہ بل پھر سے اختلافی بن جاتا ہے ——— اور اگر یوں بھی بات بنتی نظر نہ آئے تو متفقہ ترمیمی شریعت بل کے الفاظ میں کمی بیشی کرکے سینیٹ میں ترمیمات پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ وہ افسوسناک امر ہے کہ جس کے باعث نہ صرف "متحدہ شریعت محاذ" کا متفقہ شریعت بل آج تک کسی ایوانِ بالا اور ایوانِ زیریں میں پیش نہیں کیا گیا، بلکہ اس میں دو تین دفعہ جو ترمیمات پیش کی گئیں، وہ متفقہ شریعت بل میں تبدیلی کرکے پیش کی گئی ہیں۔ یعنی شریعت بل کی دفعہ میں شریعت کی تعریف "قرآن وسنت"، کرکے بعد میں جو وضاحت دی گئی ہے، اس میں کبھی تو لفظ "راہنمائی"، اڑا کر قرآن وسنت کو فقہ کا پابند بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور کبھی قرآن وسنت کو "ماخذِ شریعت" بتا کر شریعت کو

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فقہ کے مترادف قرار دینے کی جسارت کی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن وسنت مأخذِ فقہ تو ہیں لیکن خود فقہ نہیں بلکہ شریعت ہیں۔ اور مأخذ و ماخوذ دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہوتی ہیں۔

باقی رہا شریعت بل کی دفعہ ۵ میں وفاقی شرعی عدالت کے وسیع اختیارات کا مسئلہ، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں فی الفور نفاذِ شریعت کی بجائے، مروجہ قانون کو بتدریج شریعت کے مطابق بنانے کا طریقِ کار اختیار کیا گیا ہے اور اسی غرض سے وفاقی شرعی عدالت کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر پاکستان میں نفاذِ شریعت کے اسی تدریجی طریقِ کار کو اپنانا ہے تو اس کے لیے وفاقی شرعی عدالت کو بھرپور اور آزادانہ اختیارات ملنے چاہئیں، تاکہ مکمل قانونی ڈھانچہ کے بارے میں یہ کھل کر اپنی رائے دے سکے ـــــ ورنہ اصل اور درست طریقِ کار تو یہ ہے کہ قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دے کر جملہ عدالتوں کو اس کا پابند بنا دیا جائے۔ کیونکہ حتمی اور ابدی حیثیت تو صرف اور صرف قرآن وسنت کی ہے نہ کہ کسی اجتہاد کی! جبکہ وفاقی شرعی عدالت آخر اجتہاد سے ہی کسی قانون کے قرآن وسنت کے مخالف وموافق ہونے کا فیصلہ دیتی ہے ـــــ حقیقت یہ ہے کہ عدالتوں کا، قانون کی مثبت ومنفی تعبیر کا کام صرف وضعی قانون سے متعلق ہے۔ ورنہ جہاں تک اسلامی قانون وتعبیر کا تعلق ہے تو یہ خود قرآن وسنت ہیں ـــــ اسلام میں عدالتیں عوام وخواص کی طرف سے قانون کی پاسداری اور اس کے درست اطلاق کا جائزہ تو لیتی ہیں لیکن ان کا یہ فیصلہ فریقین میں متنازعہ امر کی حد تک فریقین پر لاگو ہوتا ہے۔ اس فیصلے کو فریقین کے معاملہ سے الگ کر کے دیکھا جائے تو اس کی حیثیت صرف "افتاء" کی ہوتی ہے ـــــ قضاء اور افتاء کا فرق یہ بھی ہے کہ قضا واجب التعمیل ہوتا ہے جبکہ فتوٰی ایک شرعی رائے کا اظہار۔ یہ فی ذاتہٖ واجب التعمیل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اختلاف ونزاع میں مختلف فتاوٰی کو قرآن وسنت پر پیش کیا جاتا ہے ـــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ
وَالرَّسُولِ ـــــ الآية" (النساء: ۵۹)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ ـــــ

(مدیر)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ